

کرے۔ ہمارے خیال میں اس طرح کی پابندی عائد کرنا، نہ صرف غیر ضروری ہے بلکہ قاری کو اس کے جائز حق سے روکتا بھی ہے یہ پابندی تحقیق کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ اس سے عمل تحقیق متاثر ہوتا ہے۔

اگر یہ پابندی اس لیے عائد کی گئی ہے کہ کوئی قاری یا محقق مؤلف کے مملو، اور فقروں کو نقل کر کے اس پر تنقید نہ کر سکے تو یہ مؤلف کا خود پر عدم اعتماد ہے۔ ہاں اگر کوئی یہ لکھتا ہے کہ کتاب ہذا اسے قابل حوالہ مواد مصنف کے نام کے بغیر نقل کرنا قانوناً جرم ہے تو ایسی پابندی یقیناً قابل فہم ہے کیونکہ اس تحریر کا مفاد، لوگوں کو سرقہ بازی سے روکنا ہے، جو بحد ضروری ہے۔ کیونکہ اب سرقہ بازی کا پتھر بھی عام ہوتا جا رہا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی مؤلف کی کتاب سے معتد بہ مواد خواہ وہ مؤلف کے نام سے ہی کیوں نہ ہو، کاروباری منافع کی غرض سے نقل کر کے چھاپتا ہے تو بے شک یہ بھی جرم ہے۔ اور ایسے مجرموں کے خلاف بھی قانونی کارروائی ضروری ہے۔

نامرد کی منکوحہ اور اس کی عدت

سوال: جو آدمی حق زوجیت کی ادائیگی کے قابل نہ ہو، پھر خلع کے ذریعے رشتہ ازدواج ختم ہو جائے تو کیا اس صورت میں بھی عورت کو عدت گزارنی پڑے گی۔

(مسعود احمد خان، شاہ فیصل کالونی، کراچی)

جواب: ہرگز نہیں، عدت کس بات کی؟ جب مجامعت نہیں ہوئی، عدت کیسی؟ عدت کی دو حکمتیں ہیں۔ جس میں سے ایک یہ ہے کہ اس کے ذریعے رحم کی حالت کا پتہ چلا یا جاتا ہے کہ کہیں خلع یا مطلقہ حاملہ تو نہیں اور اس حقیقت کو جاننے کے لیے ”علیہ قرو“ یعنی تین حیض کی عدت رکھی گئی ہے۔ اور بصورت حاملہ یہی عدت وضع عمل تک مہر ہو جاتی ہے۔ مگر یہ سب اس وقت ہوتا ہے کہ جب مقاربت کا عمل وقوع پذیر ہوا ہو۔ اور یہاں ایسا کچھ نہیں ہوا۔ اور ہو بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ مرد و عورت کی صلاحیت سے محروم تھا اس لیے اس علیہ کی پروا کوئی عدت نہیں کہ جسے مرد شمار میں لائے۔ قرآن کریم میں آتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ

مِنْ عَدَّةٍ تَعْدُو لَهَا. (الاحزاب۔ ۴۹)

اے ایمان والو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو، پھر انہیں چھوٹنے سے قبل طلاق دے دو تو تمہارے لیے ان عورتوں پر کوئی عدت نہیں کہ جسے تم شمار کرو۔

یہاں ”تمسوهن“ کے الفاظ بظاہر محبت و مجامعت کے لیے بطور کنایہ استعمال ہوئے ہیں مگر

یہ کنایہ صراحت معنوی سے مالا مال ہے۔ اور یہ قرآن کریم کی خصوصیات میں سے ہے کہ وہ ڈھکے چھپے الفاظ میں، حقیقت نفس الامری کو ایسے ہی بیان کرتا ہے کہ جیسے کوئی صراحت ہو۔ ایسے موقعوں کے لیے یہ کنایہ بالکل بجا ہے الاشارة بالغ من العبارة۔ واضح رہے کہ مجامعت اور خلوت صحیحہ میں بڑا فرق ہے۔ قرآن کریم کے الفاظ یہاں مجامعت کے مفہوم پر منطبق ہوئے ہیں نہ کہ خلوت صحیحہ کے مفہوم پر جیسا کہ اکثر سمجھا گیا ہے۔ کیونکہ خلوت ہر حال میں محبت کو مستلزم نہیں ہوتی بلکہ محبت تو کجا فطرتاً چھوٹنے کو بھی مستلزم نہیں ہوتی۔ اس لیے قرآن نے تمسوهن کی قید لگائی ہے نہ کہ خلوت کی۔ اور یہ کہ کسی نامرد کے کیلئے تو خلوت صحیحہ کا ہزار بار وقوع بھی محبت و مجامعت کا قائم مقام نہیں بن سکتا۔ پھر ایسے میں استبراء رحم کا کیا سوال کہ جسے جاننے کے لیے عدت کا مرحلہ درپیش ہو۔

ہمارے نزدیک اس طرح کے معاملات (Cases) کی روک تھام کے لیے قانون سازی کی ضرورت ہے میری رائے میں تو ایسے شوہروں کو کوئی نہ کوئی مرزا ضرور ملنی چاہیے کہ جو امر دانہ صلاحیت سے محرومی کے باوجود، کسی عورت سے شادی کر کے اسے خلع یا مطلقہ ہونے کی ذمہ داری میں مبتلا کرتے ہیں۔

بہر حال نفس مسئلہ پر مذکورہ بالا آیت بطور نص کے ہے۔ اس کے بعد مزید کچھ کہنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

رجم کی سزا

نقطہ نظر

جسٹس ایس۔ اے۔ رہتانی

سابق جج سندھ ہائی کورٹ اور فیڈرل شریعت کورٹ

علماء و فقہاء کے تمام تر پرزور فتاویٰ کے باوجود رجم کی سزا کی حیثیت کے بارے میں مسلمانوں میں شکوک و شبہات پائے جاتے ہیں۔ جس کی وجہ دلائل کا منطقی طور پر قابل قبول نہ ہونا ہے، زیادہ تر دلائل تو اس پر منحصر ہوتے ہیں کہ اس معاملے میں فقہاء اور اماموں نے کیا کہا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایسی ایک آیت (الشیخ وحشیہ...) نازل ہوئی تھی جس کے الفاظ بعد میں منسوخ کر دیے گئے، لیکن اس کا حکم نافذ رہا۔ یہ بات صریحاً قرآن کی صداقت اور مکمل ہونے کی حقیقت کے خلاف ہے اور اسے مان لیا جائے تو یہ کہا ہی نہیں جاسکتا کہ اصل مکمل قرآن کیا ہے۔ ماضی میں کس نے کیا سمجھا ہے اور کیا کہا ہے، کسی بات کا حتمی ثبوت نہیں ہو سکتا۔ سوائے اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے اقوال اور احکام کے۔

علماء یا اہل علم کا کام یہ ہے کہ مشکل اور پیچیدہ معاملات اور مسائل کو آسان کر کے لوگوں کے سامنے رکھیں تاکہ عام لوگ اسے سمجھ سکیں اور اس کا فائدہ اٹھا سکیں، لیکن شاید یہ نفسیاتی مسئلہ ہے کہ تمام فلسفی آسان کو مشکل اور پیچیدہ بنا کر پیش کرتے رہے ہیں۔ اہل علم کو شاید یہ لاشعوری خوف ہوتا ہے کہ اگر اس نے عام اور آسان بات کی تو لوگ اس کے علم پر شبہ کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ سزائیں کو قرآن میں حدود کا نام نہیں دیا گیا ہے۔ حالانکہ حدود کا لفظ قرآن مجید میں کئی بار استعمال ہوا ہے۔ بہر حال یہ اللہ تعالیٰ کی نافذ کردہ سزائیں ہیں اور کسی کو بھی ان میں رد و بدل کا اختیار نہیں ہے۔ سورۃ النور کی آیت نمبر ۲ میں حکم دیا گیا ہے کہ زانیہ اور زانی دونوں کو سو کوڑے مارو۔ یہاں پر رجم کی سزا کا ذکر نہیں ہے۔ یہاں اس سزا کے موجود ہونے کے باوجود یہ کہا گیا ہے کہ سو کوڑوں کی سزا غیر شادی شدہ لوگوں کے لئے ہے اور شادی شدہ مجرموں کے لئے سزا رجم ہے۔

اسکی دلیل کے لئے سنت اور حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے، سوال یہ پیدا ہوا کہ کیا سنت اور حدیث قرآن میں تبدیلی یا اضافہ کر سکتی ہیں؟ جواب دیا گیا کہ یہ اضافہ نہیں وضاحت ہے۔ اسکے لئے نماز

کی مثال دی گئی کہ اسکے طریقہ اور تفصیلات سنت و حدیث سے ملتے ہیں۔ یہ مثال مطمئن نہیں کرتی کیونکہ نماز کے بارے میں قرآن میں صرف یہ کہا گیا ہے کہ نماز قائم کرو۔ اس حکم سے قدرتی طور پر سوال اٹھتا ہے کہ اس کا طریقہ کیا ہوگا۔ جس کا جواب سنت سے مل گیا۔ جبکہ زانیہ اور زانی کو سو کوڑے مارو، کے حکم سے ایسا کوئی سوال قدرتی طور پر نہیں پیدا ہوتا۔ یہ مکمل اور واضح حکم ہے اور یہ سورۃ النور آیت نمبر ۱ میں کہہ بھی دیا گیا ہے۔ نماز سنت کی وضاحت کے بغیر ادا کی ہی نہیں جاسکتی تھی مگر زانی کو سو کوڑے مارے جاسکتے تھے۔

رجم کی سزا کی حیثیت کے تعین کے لئے استدلال اس طرح کیا جاسکتا ہے، مسلمان ہونے کے لئے قرآن کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ اور کتابوں پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ مسلمانوں کو توراۃ پر ایمان لانا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ توراۃ اللہ تعالیٰ کے اقوال اور احکامات پر مشتمل کتاب ہے۔ ہم اس سے رجوع اس لئے نہیں کرتے کیونکہ اس میں تحریف ہو چکی ہے اور یہ تعین کرنا مشکل ہے کہ اصل کیا ہے اور تحریف کیا ہے۔ یہودیوں کا جو مقدمہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا اس میں رسول اللہ ﷺ نے رجم کی سزا دینے وقت فرمایا: فانی احکم بھائی التورۃ، میں وہی فیصلہ کرتا ہوں جو توراۃ میں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تصدیق کر دی کہ یہ حکم توراۃ میں موجود ہے۔

جب رسول اللہ ﷺ نے تصدیق فرمادی کہ رجم کا حکم توراۃ میں موجود ہے، تو اس حکم کی حیثیت یہ ہو گئی کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ اس کی نازل کردہ کتاب میں ہے اور اس کتاب پر ایمان لانا لازمی ہے۔ اس ایمان کے نتیجہ میں اس حکم پر عمل اتنا ہی ضروری ہے جتنا اس حکم پر جو سورۃ النور کی آیت نمبر ۲ میں نازل ہوا ہے۔

دونوں احکام اللہ کے ہیں اور اس کی نازل کردہ کتابوں کے ذریعہ ہم تک پہنچے اور دونوں پر ایمان ہمارے لئے لازمی ہے۔ اس لئے توراۃ میں دیا گیا رجم کا حکم سورۃ النور کی آیت نمبر ۲ میں دئے گئے حکم کے ساتھ نفاذ کے سلسلے میں پڑھا جائے گا، کیونکہ دونوں احکام ایک ہی موضوع کے متعلق ہیں۔

نوٹ: اگر کوئی صاحب علم و دانش اس موضوع پر اپنی رائے دینا چاہیں تو التفسیر کے صفحات اس

بحث کیلئے حاضر ہیں۔ (ادارہ)